۴۶

شہزادہ عبدالمجید خان صاحب کی شہادت

(فرمودہ ۲۳/ مارچ ۱۹۲۸ء)

تشہد' تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:
دنیا میں کوئی ترقی یا کامیابی بغیر قربانی کے نہیں ہو سکتی اور جو قومیں قربانی کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتیں وہ کبھی کامیابی کا منہ نہیں دیکھا کرتیں۔ مسلمانوں کو میں دیکھتا ہوں ان میں جوش بھی ہوتا ہے کام کرنے والے آدمی بھی ہوتے ہیں اور ان کے ارادے بھی نیک ہوتے ہیں مگر چونکہ ان میں قربانی کی عادت نہیں اس لئے ہر میدان میں دوسری قوموں سے پیچھے ہیں۔ اسی ملک کے رہنے والے ہندو ہیں ان میں یہ وصف موجود ہے کہ وہ ذاتی فوائد کو قومی فوائد پر قربان کر دیتے ہیں اس لئے باوجودیکہ وہ بھی اسی ملک کے باشندے ہیں عزت کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ مگر مسلمان ایسا نہیں کرتے وہ اپنے ذاتی فوائد کو قوم کی خاطر قربان کرنے کے لئے آمادہ نہیں ہوتے حتیٰ کہ ان میں جو بڑے درد رکھنے والے مسلمان ہوں گے وہ بھی کوئی کام کرنے سے پہلے یہ دیکھ لیں گے کہ اس میں ہمارا تو کوئی نقصان نہیں ہوتا اگر انہیں اپنا کوئی نقصان نظر نہ آئے گا تو وہ کام کر دیں گے۔ اور کئی تو ایسے ہیں کہ ان کا اپنا کوئی نقصان نہیں ہوتا ان کے فوائد کو کوئی خطرہ نہیں ہوتا مگر پھر بھی دوسرے کی مدد نہیں کرتے وہ کہتے ہیں کہ ہمیں کیا ضرورت پڑی ہے کہ کسی کی مدد کریں۔ یاد رکھنا چاہئے ہمیشہ بڑے کاموں کے لئے بڑی قربانی کی ضرورت ہوتی ہے۔ قوموں کا بنانا اور ترقی کرنا تو بڑی چیز ہے معمولی عمارت کا بنانا بھی بڑا کام ہوتا ہے۔ ایک ایک عمارت پر کئی کئی کروڑ روپے خرچ آجاتے ہیں۔ نئی دہلی کے لئے ۱۱ کروڑ روپیہ خرچ کا اندازہ کیا گیا تھا مگر اب خیال کیا جاتا ہے کہ خرچ بڑھ جائے گا۔ گیارہ کروڑ کے

قریب خرچ ہو چکا ہے مگر ابھی وہ نامکمل ہے اور اندازہ ہے کہ تین چار کروڑ کم از کم اور اس پر خرچ آئے گا۔ یہ صرف سرکاری دفاتر اور سڑکوں وغیرہ کا خرچ ہے لوگ اپنے مکان خود بنوائیں گے۔ تو یہ ایک شہر کے بسانے کا خرچ ہے اور وہ بھی آدمیوں کا نہیں بلکہ اینٹوں اور چونے کا اندازہ ہے کہ چودہ پندرہ کروڑ روپیہ خرچ ہو گا۔ پھر قومیں جو یہ کہیں کہ ہم نے شہر نہیں بسانا، زندہ قوم نہیں پیدا کرنی، زندہ ملک نہیں آباد کرنا بلکہ زندہ دنیا پیدا کرنی ہے ان کے لئے کیسی قربانی کی ضرورت ہے۔

تاریخوں میں لکھتے ہیں کہ شاہ جہاں بادشاہ کی بیوی تاج محل جس کا روضہ مشہور ہے اس نے خواب میں دیکھا کہ میں مری ہوں اور میرا اس قسم کا مقبرہ بنا ہے۔ ملکہ نے اپنا یہ خواب بادشاہ کے سامنے بیان کیا بادشاہ نے بڑے بڑے انجینئر بلائے اور ان کو خواب سنایا اور حکم دیا کہ ایسا نقشہ تیار کریں۔ اس پر کئی ایک انجنیروں نے نقشے پیش کئے مگر کوئی بھی خواب کے مطابق نہ تھا آخر ایک ایسے انجینئر نے جو اس وقت کے لحاظ سے بڑے انجینئروں میں سے نہ تھا اور بادشاہ کے مقربین میں سے نہ تھا بادشاہ سے کہا کہ میں ایسا نقشہ پیش کر سکتا ہوں مگر شرط یہ ہے کہ آپ ایک کشتی میں بیٹھ کر میرے ساتھ دریا کے ایک کنارے سے دوسرے تک چلیں اور ساٹھ لاکھ دو لاکھ روپوں کے توڑے رکھ لیں دریا کے دوسرے کنارے پر جا کر میں نقشہ بناؤں گا۔

بادشاہ نے اس کو منظور کر لیا اور اس کے ساتھ کشتی میں بیٹھ کر دریا کے دوسرے کنارے کی طرف چلا۔ انجینئر نے راستہ میں روپوں کے توڑے اٹھا اٹھا کر دریا میں پھینکنے شروع کر دیئے۔ جب وہ توڑا پھینکتا تو ساتھ کہتا بادشاہ سلامت اس طرح روپیہ خرچ ہو گا تب مقبرہ بنے گا۔ اس طرح اس نے لاکھ دو لاکھ روپیہ دریا میں پھینک دیا اور دوسرے کنارے تک پہنچ گئے۔ وہاں جا کر انجینئر نے کہا بادشاہ سلامت نقشہ تو ہر ایک تیار کر سکتا ہے لیکن چونکہ اس پر اس طرح روپیہ خرچ ہو گا جس طرح میں نے بتایا ہے اس لئے کسی کو جرأت نہ ہوتی تھی کہ اس قدر خرچ پیش کرے آپ اگر اس طرح خرچ کریں تو میں نقشہ پیش کروں۔ بادشاہ نے کہا ہاں میں خرچ کروں گا اس پر اس نے نقشہ پیش کیا اور بادشاہ نے اسے منظور کر لیا۔ اور آج دنیا کی بہترین عمارتوں میں سے ایک وہی تاج محل ہے جس پر کئی کروڑ روپے خرچ ہوئے۔

پس اگر معمولی عمارتیں بڑی قربانیاں چاہتی ہیں تو قوموں کے تیار کرنے کے لئے کیوں بڑی قربانیاں کرنے کی ضرورت نہیں۔

ہماری جماعت بھی ایک کام کے لئے کھڑی ہوئی ہے- اسی کی طرف میں نے ابھی اشارہ کیا ہے کہ بعض قومیں اس لئے کھڑی ہوتی ہیں کہ دنیا کو بسائیں- کوئی تو اس لئے کھڑا ہوتا ہے کہ عظیم الشان عمارت بنائے- کوئی اس سے اوپر ترقی کرتا ہے اور اس لئے کھڑا ہوتا ہے کہ گاؤں بسائے- کوئی اس سے اوپر ترقی کرتا ہے اور کہتا ہے کہ شہر بسائے- کوئی اس سے بھی آگے بڑھتا ہے تو کہتا ہے ملک بسائے مگر ہماری جماعت اس لئے کھڑی ہوئی ہے کہ دنیا بسائے بے شک دنیا بسی ہوئی ہے- دنیا میں لوگ آباد ہیں مگر قرآن کہتا ہے جن لوگوں کو خدا کی شناخت و معرفت نہیں وہ مردہ ہیں اور مردہ ایسے کہ قبروں میں پڑے ہوئے ہیں پس ان لوگوں کو جو دنیا میں بس رہے ہیں زندہ کہنا قرآن کی تردید کرنا ہے کیونکہ قرآن ان کو زندہ نہیں بلکہ مردہ قرار دیتا ہے جو قبروں میں پڑے ہوتے ہیں- پس ہم یہی کہیں گے کہ دنیا ویران ہے وہ دنیا جس کے لئے کہا جاتا ہے کہ اس میں ڈیڑھ ارب لوگ بستے ہیں قرآن کی اصطلاح کے لحاظ سے ویران پڑی ہے سوائے چند نفوس کے- خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھیجا تاکہ آپ نفخ صور کریں اور جس طرح کہا جاتا ہے کہ قیامت کے دن اسرافیل نفخ صور کرے گا اور تمام مُردے قبروں سے نکل کر باہر آجائیں گے اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ اٹھیں اور مُردے قبروں سے اٹھ کر زندہ ہو جائیں- گویا ہماری مثال اس آدم کی ہے جو آیا تو اس نے دنیا کو ویران پایا اور پھر اپنی نسلوں سے اس کو بھر دیا- اب ہمارا بھی یہی کام ہے کہ ہم ویران دنیا کو بھر دیں اور اپنی نسلوں سے آباد کر دیں مگر وہ نسلیں نہیں جو بیٹوں سے پیدا ہوتی ہیں بلکہ وہ جو تبلیغ سے پیدا ہوتی ہیں جو کسی کے ذریعہ ہدایت پاتا ہے وہ بمنزلہ اس کے بیٹے کے ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ انبیاء کو اَبٌ قرار دیا گیا ہے کیونکہ ان کے ذریعہ لوگ ہدایت پاتے ہیں- انبیاء سارے مسلمانوں کے باپ ہوتے ہیں- آگے ہر مسلمان کچھ کچھ لوگوں کا باپ ہوتا ہے- جس کے ذریعہ دس نے ہدایت پائی وہ دس کا باپ ہو گا- جس کے ذریعہ ہزار نے ہدایت پائی وہ ہزار کا باپ ہو گا یہ ہدایت پانے والے خواہ عمر میں اس سے بڑے ہی ہوں مگر اس کے روحانی بیٹے ہوتے ہیں- پس ہم نے دنیا کو اپنی روحانی نسل سے بھرنا ہے- آدم نے چونکہ جسمانی نسل سے بھرنا تھا اس لئے اسے لمبے عرصہ کا کوئی خطرہ نہ تھا- اس نے لاکھوں یا کروڑوں سالوں میں دنیا کو بھرا اس کی کوئی بحث نہیں- مگر ہم روحانی اصلاح کے لئے کھڑے ہوئے ہیں اس لئے ہمیں جلدی دنیا کو روحانی نسل سے بھر دینا چاہئے کیونکہ جسمانی مُردے زندوں کو مُردے نہیں بنا سکتے

مگر روحانی موت ایک متعدی مرض ہے اور اس کا لمبے عرصہ تک موجود رہنا زندوں کو بھی مردہ بنا دیتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے جلدی اس کا خاتمہ کر دیں اور ظاہر ہے کہ اس کے لئے بڑی بڑی قربانیوں کی ضرورت ہوگی۔

اسی غرض کو لے کر وہ لوگ جن کو خدا تعالیٰ نے توفیق دی دین کی اشاعت کے لئے مختلف ممالک میں جاتے ہیں اور ان میں سے ہر شخص جو اشاعت دین کے رستہ میں مرتا ہے یا مارا جاتا ہے خدا تعالیٰ کے حضور اعلیٰ درجہ پاتا اور شہیدوں میں ہوتا ہے۔

ان لوگوں میں سے جن کو خدا تعالیٰ نے خاص قربانیوں کی توفیق محض اپنے فضل سے عطا فرمائی ایک ہمارے شہزادہ عبدالمجید صاحب تھے۔ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ابتدائی صحابیوں میں سے تھے اور غالباً بیعت کرنے والوں میں ان کا نواں نمبر ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ان کو بہت پرانا تعلق تھا۔ شہزادہ صاحب پہلے صوفی احمد جان صاحب مرحوم کے جو کہ حضرت خلیفہ اول کے خسر تھے مرید تھے۔ صوفی صاحب وہ بزرگ تھے جن کو خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کی شناخت کی توفیق آپ کے دعویٰ سے بھی پہلے دے دی تھی۔ گو وہ حضرت مسیح موعودؑ کے دعویٰ کرنے سے پہلے فوت ہو گئے تھے مگر انہوں نے اپنی زندگی میں آپ کو لکھا:-

ہم مریضوں کی ہے تمہیں پہ نظر
تم مسیحا بنو خدا کے لئے

پھر انہوں نے اپنی اولاد کو نصیحت کی تھی کہ میں تو مرتا ہوں میرے بعد یہ شخص عظیم الشان دعویٰ کرے گا تم انکار نہ کرنا۔ گویا صوفی صاحب ان بزرگوں میں سے تھے جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق پیشگوئیاں کی ہیں۔ آپ اگرچہ حضرت مسیح موعودؑ کے دعویٰ سے پہلے فوت ہو گئے مگر انہوں نے اپنے خط میں حضرت مسیح موعودؑ کے دعویٰ کے متعلق اس طرح اشارہ کر دیا

ہم مریضوں کی ہے تمہیں پہ نظر
تم مسیحا بنو خدا کے لئے

غرض آپ بہت بڑے بزرگ تھے اور اپنے زمانہ کے نیک لوگوں میں سے تھے۔ ایک دفعہ مہاراجہ جموں نے ان کو دعوت دی کہ آپ جموں آکر میرے لئے دعا کریں مگر آپ نے انکار کر

دیا اور کہہ دیا اگر آپ دعا کرانا چاہتے ہیں تو یہاں آکر کرائیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک دفعہ لدھیانہ گئے اور صوفی صاحب سے دوران ملاقات میں پوچھا آپ جو بارہ سال تک رتڑ چھتڑ والوں کے مرید رہے اور ان کی خدمت کرتے رہے ہیں ان سے آپ نے کیا حاصل کیا۔ صوفی صاحب کو توجہ کا علم آتا تھا اور اس میں بڑے ماہر تھے۔ انہوں نے کہا میری توجہ کی طاقت ایسی بڑھ گئی ہے کہ یہ آدمی جو پیچھے آرہا ہے اگر اس پر توجہ کروں تو یہ ابھی بے ہوش ہو کر گر جائے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نہایت سادگی سے فرمایا۔ پیر صاحب اس سے آپ کو کیا فائدہ ہو گا اور اس کو کیا؟ پیر صاحب چونکہ ولی اللہ تھے اس بات نے آپ پر ایسا اثر کیا کہ آپ کی آنکھیں کھل گئیں اور کہا آج سے میں اسے چھوڑتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی برکت اور فیض سے ان کے سارے خاندان کو اور ان کے بہت سے مریدوں کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت کی توفیق دی۔ شہزادہ عبدالمجید صاحب بھی ان کے مریدوں میں سے تھے جو افغانستان کے شاہی خاندان سے تھے اور شاہ شجاع کی نسل سے تھے۔ آپ نہایت ہی نیک نفس اور متوکل آدمی تھے۔ میں نے جب تبلیغ کے لئے اعلان کیا کہ ایسے مجاہدوں کی ضرورت ہے جو تبلیغ دین کے لئے زندگی وقف کریں تو انہوں نے بھی اپنے آپ کو پیش کیا۔ اس وقت ان کے پاس کچھ روپیہ تھا انہوں نے اپنا مکان فروخت کیا تھا۔ رشتہ داروں اور اپنے متعلقین کا حصہ دے کر خود ان کے حصہ میں جتنا آیا وہ ان کے پاس تھا اس لئے مجھے لکھا کہ میں اپنے خرچ پر جاؤں گا۔ اس وقت میں ان کو نہ بھیج سکا اور کچھ عرصہ بعد جب ان کو بھیجنے کی تجویز ہوئی تو اس وقت وہ روپیہ خرچ کر چکے تھے مگر انہوں نے ذرا نہ بتایا کہ ان کے پاس روپیہ نہیں ہے۔ وہ ایک غیر ملک میں جارہے تھے ہندوستان سے باہر کبھی نہ نکلے تھے۔ اس ملک میں کسی سے واقفیت نہ تھی مگر انہوں نے اخراجات کے نہ ہونے کا قطعاً اظہار نہ کیا اور وہاں ایک عرصہ تک اسی حالت میں رہے۔ انہوں نے وہاں سے بھی اپنی حالت نہ بتائی نامعلوم کس طرح گزارہ کرتے رہے۔ پھر مجھے اتفاقاً پتہ لگا۔ ایک دفعہ دیر تک ان کا خط نہ آیا اور پھر جب آیا تو لکھا تھا چونکہ میرے پاس ٹکٹ کے لئے پیسے نہیں تھے اس لئے خط نہ لکھ سکا۔

اس وقت مجھے سخت افسوس ہوا کہ چاہئے تھا جب ان کو بھیجا گیا اس وقت پوچھ لیا جاتا کہ آپ کے پاس خرچ ہے یا نہیں؟ پھر میں نے ایک قلیل رقم ان کے گزارہ کے لئے مقرر کر دی۔ وہاں کے لوگوں پر ان کی روحانیت کا جو اثر تھا اس کا پتہ ان چٹھیوں سے لگتا تھا جو آتی رہی ہیں۔

ابھی پرسوں ترسوں اطلاع ملی کہ آپ یکم رمضان کو فوت ہو گئے دس دن بیمار رہے ہیں پہلے ہلکا ہلکا بخار رہا آخری تین دن بہت تیز بخار ہو گیا۔ جب ڈاکٹر کو بلایا تو اس نے کہا ہسپتال لے چلو۔ دوسرے دن وہاں لے جانا تھا کہ فوت ہو گئے۔ ان کی تیمارداری کرنے والے رات بھر جاگتے رہے۔ سحری کے وقت آپ نے ایک دو دفعہ پانی مانگا۔ تیماردار صبح کی نماز کے بعد سو گئے اور بارہ بجے کے قریب ان کی آنکھ کھلی تو آپ فوت ہو چکے تھے۔ جس طرح قسطنطنیہ کی خوش قسمتی تھی کہ وہاں حضرت ایوبؓ انصاری دفن ہوئے اس وقت قسطنطنیہ عیسائیوں کے ماتحت تھا پھر خدا تعالیٰ نے اس زمین کو دفن ہونے والے کی برکت سے ہدایت دی اور صدیوں تک وہ مسلمانوں کا بہت مضبوط قلعہ رہا ہے اور اب بھی وہاں مسلمانوں کی حکومت ہے۔ گو ان میں بہت تغیر ہو چکا ہے ان میں اسلامی غیرت نہیں رہی اور اسلام کی حفاظت کے لئے وہ کچھ نہیں کرتے مگر وہ مسلمان کہلاتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں اسی طرح یہ ایران کے لئے مبارک بات ہے کہ وہاں خدا تعالیٰ نے ایسے شخص کو وفات دی جسے زندگی میں دیکھنے والے ولی اللہ کہتے تھے اور جسے مرنے پر شہادت نصیب ہوئی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ سے ان کا بڑا تعلق تھا۔ عام طور پر بزرگوں کی ولایت ان کی زندگی کے بعد تسلیم کی جاتی ہے مگر آپ ان لوگوں میں سے تھے جن کو دیکھنے والے ان کی زندگی میں ہی ولی اللہ سمجھتے ہیں۔

آپ نہایت ہی متوکل اور نیک انسان تھے۔ آپ اس قدر سیدھے اور نرم مزاج تھے کہ گویا سخت کلامی آتی ہی نہیں تھی مگر باوجود اس کے دین کے معاملہ میں بہت غیرت رکھتے تھے۔ اور متوکل ایسے تھے کہ انہوں نے کہا تھا میں اپنے خرچ پر تبلیغ کے لئے جاؤں گا مگر اس وقت ان کو بھیجا نہ گیا اور جب بھیجا گیا تو ان کے پاس کچھ نہ تھا مگر انہوں نے نہ مجھے بتایا نہ کسی اور کو کہ میرے پاس کچھ نہیں۔

میں جمعہ کی نماز کے بعد ان کا جنازہ پڑھاؤں گا اور سب دوستوں سے امید رکھتا ہوں کہ خصوصیت سے ان کے لئے دعا کریں گے کہ اللہ تعالیٰ ان کی روح کو اعلیٰ مقام پر پہنچائے اور ان کی وفات جو کہ ایک بہت بڑی قربانی ہے وہ ضائع نہ جائے۔ ایک ناسمجھ اور نادان انسان کہے گا کہ وہ تمہارا کیا لگتا تھا مگر یاد رہے وہ جن کو روحانی رشتے اور روحانی قرب حاصل ہوتا ہے وہ جانتے ہیں کہ جسمانی تعلقات سے یہ بہت مضبوط ہوتا ہے اور روحانی رشتے جسمانی رشتوں سے زیادہ مضبوط ہوتے ہیں۔ زندہ قومیں جانتی ہیں کہ قوم کی خاطر مرنے والوں کی کیا قدر کرنی

چاہئے۔ یہ بالکل سچی حقیقت ہے کہ مُردوں کی قدر کرنا زندوں کو اور طاقتور بنا دیتا ہے۔ پس ہمارا قومی فرض ہے کہ ان کا اعزاز اور احترام کریں جو دین کی خدمت کرتے ہوئے فوت ہوں۔ اور ایسا اعزاز کریں کہ ہماری نسلیں محسوس کریں کہ دین کی خدمت کرتے ہوئے مرنا بہت بڑی عزت ہے۔ جب تک یہ احساس پیدا نہ ہو کہ جو دین کی خدمت کرتے ہوئے مرتے ہیں وہ بہت بڑے محسن ہیں کوئی دین اور کوئی قوم ترقی نہیں کر سکتی۔ پس قوم میں ترقی اور بیداری پیدا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ دین کی خاطر جو مریں ان کے نام زندہ رکھے جائیں۔ دیکھو قرآن کریم نے کتنے چھوٹے سے فقرہ میں یہ بات بیان کر دی ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ. بَلْ اَحْيَاۤءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ (البقرہ ۱۵۵)

کہ جو اللہ کے رستے میں مرتے ہیں ان کو مُردہ مت کہو وہ زندہ ہیں۔ گویا ایسے انسانوں کو مُردہ کہنے سے بھی روک دیا حالانکہ اس میں کیا شبہ ہے کہ وہ مُردہ ہیں۔ کون کہہ سکتا ہے کہ حضرت حمزہ اسی طرح کے مُردہ نہیں تھے جیسے وہ صحابہ جو بیمار ہو کر فوت ہوئے۔ اسی طرح اور جتنے شہید تھے وہ بھی ایسے ہی مُردہ تھے جیسے دوسرے مگر قرآن کہتا ہے ان کو مُردہ نہ کہو یہ ان کی ہتک ہے وہ نہیں مر سکتے کیونکہ وہ قوم میں زندگی کی روح پھونک گئے۔

پس زندہ قوموں کے لئے ضروری ہے کہ ان میں اس قسم کی قربانیاں کرنے والے لوگ ہوں اور ایسی باتوں سے گھبرانا نہیں چاہئے۔ جب مولوی عبید اللہ صاحب ماریشس میں فوت ہوئے تو کئی لوگوں نے کہا اپنے آدمی باہر بھیجے جاتے ہیں جو وہاں فوت ہو جاتے ہیں۔ مگر جو زندہ قومیں ہوتی ہیں وہ ایسی باتوں سے ڈرتی نہیں بلکہ اگر ایک مرتا ہے تو ہزار آگے آجاتے ہیں۔ اسی طرح مولوی نعمت اللہ صاحب کے وقت میں بھی کہا گیا کہ ایسے ملکوں میں کیوں بھیجا جاتا ہے جہاں امان نہیں مگر یاد رکھو کوئی قوم جب تک قربانی نہ کرے ترقی نہیں کر سکتی۔ ہمیں اگرچہ ان مرنے والوں کا افسوس بھی ہے مگر ہم خوش بھی ہیں۔ افسوس تو اس لئے کہ ایک اور کام کرنے والا شخص ہمارے ہاتھ سے جاتا رہا اور خوش اس لئے کہ خدا تعالیٰ نے ان کو وہ مرتبہ دیا جو دنیا کی زندگی سے بہت بڑھ کر ہے۔ اور وہ عزت عطا کی جس پر ہم میں سے ہر ایک رشک کرتا ہے۔

پس بجائے اس کے کہ ہم گھبرائیں ہم میں یہ خواہش ہونی چاہئے کہ ایک کے بعد دوسرا جائے اور دوسرے کے بعد تیسرا خدا کے فضل سے ہم دنیا کو زندہ کرنے والے ہیں اور جو شخص اس بات کو محسوس کرے گا وہ کسی قسم کی قربانی سے ڈرے گا نہیں بلکہ ایک کے بعد دوسرا

آگے آئے گا۔ پس یہ قربانیاں ترقی کے لئے ضروری ہیں۔ ایسے موقع پر صدمہ ہونا قدرتی بات ہے کیونکہ عزیزوں کی جدائی سے صدمہ ہوتا ہے مگر یہ قربانیاں ہماری ہمتوں کو توڑ نہیں سکتیں بلکہ ہمت بڑھانے کا موجب ہوتی ہیں۔ اگر ایک فوت ہوتا ہے تو اس کی جگہ جانے کے لئے ہزار تیار ہوں گے۔ مگر ہمارا ایک فرض مرنے والے کے متعلق ہے اسے ادا کرنا چاہئے۔ وہ قلیل ترین فرض ہے جس سے اقل اور نہیں ہو سکتا کہ مرنے والے کے لئے دعا کریں۔ اور دوسرا فرض یہ ہے کہ اس کے کام کو جاری رکھنے کی کوشش کریں تاکہ اس کی موت ایسے بیج کی طرح نہ ہو جو پتھر پر پھینکا گیا بلکہ اس بیج کی طرح ہو جو ایسی اعلیٰ درجہ کی زرخیز زمین میں ڈالا گیا جو بغیر پانی کے ہی کھیتی پیدا کرنے والی ہو۔ ہم امید کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے شہیدوں کی موت ضائع نہ کرے گا اور ان ممالک میں جہاں وہ فوت ہوئے ایسا سایہ دار درخت پیدا کرے گا جو سارے ملک کو اپنے سایہ میں پناہ دے گا اور لاکھوں انسان اس کے نیچے آرام کریں گے۔ اور خدا کے مأموروں کا نام اس ملک میں بلند کرنے کا موجب ہو گا اور خدا کے نام کے اعلاء کا ذریعہ ہو گا۔

(الفضل ۲۷-۳۰ / مارچ ۱۹۲۸ء)